عہدِ رسالت میں حدیث کیسے نقل ہوئی

مولانا محمد حنیف ملّی

حدیث کے باب میں ہم نے صحابہ کی جستجو اور انہماک کا اندازہ لگالیا اور یہ بھی جان لیا کہ حدیث بیان کرتے وقت ان کا تقویٰ اور خشیت کتنی زبردست تھی کہ ایک ایک صحابی بڑے اشتیاق سے حروف، کلمات اور مفہوم ضبط کرکے روایت کرتا تھا، بلکہ کبھی کسی سے کچھ دریافت کیا جاتا تو اس کی خواہش ہوتی کہ یہ بار کوئی اور اٹھا لیتا تو اچھا ہوتا، اور بعضوں کے بارے میں تو یہاں تک ملتا ہے کہ کمی اور بیشی کے اندیشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کرنے سے بھی انکار کردیتا تھا۔ اس کی مثال حضرت علاء بن سعد بن مسعود کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک صحابی سے کہا گیا کہ فلاں فلاں کی طرح تم حدیث کیوں نہیں بیان کرتے۔ انھوں نے کہا ایسا نہیں ہے کہ میں نے ان لوگوں کی طرح پیغمبر علیہ السلام کی حدیث نہ سنا ہو یا ان کی طرح آپ کی مجلسوں میں شریک نہ ہوا ہوں، لیکن میں اس لئے روایت نہیں کرتا کہ کہیں کچھ ہی دنوں کے بعد لوگ غفلت برتنے لگیں، اور آج ایسے لوگ موجود ہیں جو حدیث کی حفاظت کیلئے کافی ہیں اور مجھے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کمی بیشی پسند نہیں ہے۔

قلتِ حدیث اور احتیاط کے ساتھ ہمارے لئے یہ تحقیق کرلینا بھی ضروری ہے کہ آخر

صحابہ حدیث کس طرح روایت کرتے تھے آیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تک محفوظ رکھتے تھے یا ارشاد گرامی کے مفہوم کو بدلے بغیر اسے اپنے الفاظ اور اپنی زبان میں نقل کرتے تھے۔ روایتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے صحابہ آپؐ کے ارشاد مبارک کا ایک ایک لفظ نقل کرنے کے بے حد خواہش مند تھے اور بعض نے بوقت ضرورت روایۃ بالمعنی کی اجازت دے دی، اسی طرح تابعین بھی صحابہ کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے دونوں رائے کے حامل ملتے ہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ اور تابعین یہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے بحیثیت مجموعی دوسروں تک پہنچا دیا جائے، اسی لئے بعض صحابہ نے یہ بھی گوارا نہیں کیا کہ حدیث کے کسی لفظ اور کلمہ کو بدل دیں، یا کسی کو آگے پیچھے کر دیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے "من سمع حدیثا فحدث بہ کما سمع فقد سلم" جس نے حدیث سن کر لفظ بلفظ نقل کر دیا وہ محفوظ ہو گیا، یہی قول ابن عمر، زید بن ارقم وغیرہ صحابہ کا بھی ہے۔ صحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ الفاظ حدیث من وعن نقل کرنے میں بڑے سخت تھے۔ حضرت ابوجعفر بحوالہ محمد بن سوقہ نقل کرتے ہیں کہ جب وہ کوئی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے یا کسی موقعہ پر آپ کے ساتھ شریک رہتے تو حدیث نقل کرنے میں کمی بیشی نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابوجعفر کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک مجلس میں تھے، حضرت عبید بن عمیر مکہ والوں کو وعظ کر رہے تھے اتنے میں عبید نے کہا "مثل المنافق کمثل الشاۃ بین الغنمین ان اقبلت الی ھذہ الغنم نطحتھا وان اقبلت الی ھذہ نطحتھا" حضرت عبداللہ ابن صفوان نے فرمایا ابن عمر خدا آپ پر مہربان ہو دونوں تو ایک ہی ہے حضرت ابن عمر نے فرمایا میں نے تو ان الفاظ کے ساتھ نہیں سنا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث "بنی الاسلام علی خمس" بیان کی کسی نے سن کر اس کا اعادہ کیا، حضرت ابن عمر نے فرمایا اس طرح نہیں "صیام رمضان" کو سب سے آخر میں ذکر کرو اسلئے کہ میں نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی طرح سنا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ خود ہم بھی روایتوں میں راوی کے مختلف اقوال پاتے ہیں مثلاً کذا وکذا یا " ایھما قال قبل " یہ دراصل راوی حدیث کی طرف سے آگاہی ہے کہ اس نے حدیث تو جان لی اس کا مفہوم بھی سمجھ لیا لیکن وہ قطعی طور پر دو ناموں اور دو کلموں کی ترتیب نہیں یاد رکھ سکا، اس لئے ایسے موقعہ پر راوی شک کی جگہ واضح کردیتا ہے ۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ شبہ اصل حدیث میں نہیں بلکہ الفاظ حدیث میں ہوا کرتا ہے جس سے مفہوم ومعنی متاثر نہیں ہوتے جیسا کہ حضرت خالد ابن زید جہنیؓ نے ایک حدیث نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں " قریش والانصار واسلم وغفار " یا " وغفار واسلم "

بعض راویوں نے حدیث کے ہر ہر لفظ کی حفاظت پر بہت زیادہ زور دیا ہے چاہے مفہوم نہ بدلے جب بھی ایک لفظ کی کمی بیشی سے بھی منع کیا ہے جیسا کہ حضرت سفیان بیان کرتے ہیں کہ امام زہری حضرت انس کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں " نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الدباء والمزفت ان ینتبذ فیہ " حضرت سفیان سے کہا گیا کہ حدیث میں "ینبذ" ہے انھوں نے کہا نہیں نہیں ہم سے امام زہری نے بھی ینتبذ فیہ نقل کیا ہے ، بعض راوی تو الفاظ حدیث کے اتنے زیادہ حریص ہوتے ہیں کہ مشدّد کو مخفف، اور مخفف کو مشدّد پڑھنا بھی گوارہ نہیں کرتے ۔ نما ۔ نمّی کا لفظ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں ہے " لیس الکاذب من اصلح بین الناس نقال خیرا او نمی خیرا " ہر چند کہ اس عمل سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا تاہم حمادؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہی حدیث دو شخصوں سے سنا ہے ایک نے نما مخفف اور دوسرے نے نمّی مشدد پڑھا ہے ۔ بعض محدثین کو الفاظ حدیث کی حفاظت کا کتنا زیادہ شوق تھا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب شاگرد روایت لکھنا چاہتے تو یہ بیان کرتے ورنہ نہیں اس لئے کہ انھیں یہ ناپسند تھا کہ وہ کچھ کا کچھ یاد کرلیں اور اہل حدیث میں وہم کو راہ مل جائے جیسا کہ خطیب بغدادی نے حضرت ابن عیینہ سے

نقل کیا ہے کہ محمد بن عمرو کہتے ہیں قسم بخدا جب تک تم حدیث لکھو گے نہیں میں بیان بھی نہیں کروں گا، مجھے ڈر ہے کہ تم میری طرف غلط بات منسوب نہ کر دو۔ ایک دوسری مثال رامہرمزی نے طلحہ بن عبدالملک سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں، کہ میں حضرت قاسم کے پاس آیا اور ان سے کچھ باتیں دریافت کیں، میں نے عرض کیا کیا اسے لکھ لوں حضرت قاسم نے فرمایا ہاں لکھ لو پھر اپنے صاحبزادے سے کہا کہ ان کی کاپی دیکھ لو کہیں میری طرف کوئی زائد بات منسوب نہ کر دیں، طلحہ فرماتے ہیں کہ ابو محمد: اگر مجھے کذب بیانی کا خیال ہوتا تو آپ کی خدمت میں کبھی نہیں آتا، حضرت قاسم نے فرمایا یہ مقصد نہیں کہ مجھ کو آپ پر اعتماد نہیں رہا بلکہ میری منشاء تو یہ ہے کہ اگر سہواً کوئی لفظ رہ گیا ہو تو اسے بھی درست کریں، حضرت اعمش فرماتے تھے کہ یہ علم ایسے لوگوں کے پاس تھا جو یہ چاہتے تھے کہ ہم حدیث میں واؤ، الف، یا دال کا اضافہ کریں اس سے اچھا یہ ہے کہ آسمان سے گر کر جان دے دیں۔

حضرت ابن عون رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے تین ہی علما پائے جو الفاظِ حدیث کے باب میں بہت سخت تھے، قاسم بن محمد حجاز میں، محمد بن سیرین بصرہ میں، اور حضرت رجاء بن حیوۃ شام میں، حضرت ابراہیم بن میسرہ اور امام طاؤس دونوں ایک ایک حرف کی رعایت کر کے حدیث بیان فرماتے تھے، بلکہ طاؤس تو حدیث کا ایک ایک حرف گنتے تھے، یہی حضرت سفیان بن عیینہ کا بھی قول ہے، حجاز کے محدثین میں ابن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید اور ابن جریج حدیث انھی الفاظ کے ساتھ بیان کرتے تھے جو حدیث میں موجود ہیں اس میں کوئی ترمیم نہیں کرتے تھے، حضرت امام مالک بھی انھی کلمات کے ساتھ حدیث نقل کرنے میں حریص تھے جو حدیث میں آئے ہیں

صحابہ اور تابعین کا دوسرا گروہ روایت بالمعنی کا قائل تھا اور ضرورت کے وقت ایک کلمہ کو دوسرے سے بدل دینے کی اجازت بھی دیا ہے، انھیں جب الفاظ بدلنے کی ضرورت ہوتی تو وضاحت کر دیتے کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمیں ایسے بھی بعض صحابہ ملتے ہیں جو غلطی کے اندیشے سے روایت کرنے میں بہت زیادہ احتیاط

کرتے تھے ۔ یہ حضرت ابن مسعودؓ ہیں جب حدیث بیان کرتے تو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ کر فرماتے ھکذا، او نحو من ھذا، او قریبا من ھذا" یہ کہتے جاتے اور کانپتے جاتے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جب حدیث بیان کرکے فارغ ہوجاتے تو فرماتے او نحو ھذا او شکلہ، یعنی یا یہی الفاظ حدیث کے ہیں یا اس سے ملتے جلتے، اور فرماتے اللھم الا ھکذا" خدا کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی الفاظ ہوں. محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بہت کم بیان کرتے تھے اور جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد نقل کرتے تو او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما دیتے تھے حضرت عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ دو مرتبہ کی روایتوں میں کچھ فرق بھی ہوتا ہے، میں نے عرض کیا نہیں، اس پر انھوں نے فرمایا کہ پھر کوئی مضائقہ نہیں حضرت ایوب محمد بن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ بعض مرتبہ ایک حدیث الفاظ کے تھوڑے تھوڑے فرق سے دس آدمیوں سے سنتا ہوں جبکہ مفہوم ایک ہوتا ہے، حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت ابو ازہر ایک مرتبہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہم نے کہا ابن الاسقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث سنائیے جس میں وہم ونسیان اور کمی زیادتی کا کوئی امکان نہ ہو حضرت واثلہ نے فرمایا تم میں سے کسی نے قرآن بھی پڑھا ہے ہم نے کہا ہاں! لیکن ہمیں خوب یاد نہیں ہے، ہم کبھی واؤ، الف بڑھا دیتے ہیں اور کبھی گھٹا دیتے ہیں حضرت واثلہ نے فرمایا کہ جب یہ قرآن جو کاغذ میں تحریر ہے جسے تم خوب یاد کرتے ہو تمھیں یاد نہیں اور اس میں کمی و زیادتی ہوجاتی ہے تو پھر ان حدیثوں میں کمی بیشی کیسے نہ ہوگی جسے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کاش ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی بار حدیث سنتے اگر ہم کوئی روایت معنی کے لحاظ سے نقل کریں تو تم اس کو کافی سمجھو حضرت زرارہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے متعدد صحابہ سے ملاقات کی میں نے محسوس کیا کہ ان کی روایتوں میں الفاظ کا فرق تو تھا لیکن سب کی روایتوں کا مفہوم ایک تھا، حضرت جریر بن حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے ان کے الفاظ مختلف لیکن مفہوم ایک ہی ہوتا تھا۔ حضرت عمران قصیر فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ سے عرض کیا ہم جن الفاظ کے ساتھ حدیث سنتے ہیں بعینہ اسی طرح بیان نہیں کرپاتے فرمایا ہم بھی اگر سنی ہوئی حدیث کے ایک ایک لفظ کی رعایت کرکے روایت بیان کریں تو دو حدیث بھی بیان نہ کرسکیں بس حدیث میں حلال وحرام کا مفہوم آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت ابن مسعود، ابودرداء، انس بن مالک، حضرت عائشہ، حضرت عمرو بن دینار عامر شعبی، ابراہیم نخعی، ابن ابی نجیح، عمرو بن مرہ، جعفر بن محمد، ابن عیینہ اور یحیی بن سعید قطان رضی اللہ عنہم سے روایت بالمعنی کی اجازت منقول ہے۔ ابن عون نے ایسے تین محدثین سے ملاقات نقل کی ہے جو روایت بالمعنی کی اجازت دیتے ہیں، ان کے نام یہ ہیں، حسن بصری ابراہیم نخعی، اور عامر شعبی، ان بزرگوں نے بضرورت روایت بالمعنیٰ کی اجازت دی ہے، یہ بزرگ لوگوں سے کہا کرتے تھے ہم روایت بالمعنی ذکر کرتے تھے لیکن آخر میں "او کما قال علیہ السلام" بھی کہہ دیتے تھے، صحابہ میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو لکھنے والوں کو روایت بالمعنی کی اجازت نہیں دیتا تھا محض اسلئے کہ کوئی یہ خیال نہ کرلے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بھی ہیں، چنانچہ حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ روایت بالمعنی کرتے وقت فرماتے تھے۔ "احرج علی من یکتب عنی" جس نے میری روایات لکھی اس نے دشواری پیدا کردی، ہمیں یہاں تسلیم کرلینا چاہئے کہ جن علماء نے روایت بالمعنی کی اجازت دی ہے کچھ شرطیں بھی لگادی ہیں اور سب کو روایت بالمعنی کی اجازت بھی نہیں دی بلکہ بضرورت مخصوص حالات میں اجازت دی ہے مثلاً ذہن سے لفظ حدیث ہی ذہول کرجائے یا روایت بیان کرتے وقت کسی وجہ سے کلمات یاد نہ آئیں تو اسے روایت بالمعنی کی اجازت ہے اور اس ضرورت کا استعمال بھی بقدر ضرورت ہوگا، امام شافعیؒ نے راوی کے اوصاف ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس سے روایت بیان کی جائے وہ ثقہ ہو، صدق گوئی کے لئے مشہور ہو، اپنی نقل کردہ حدیث

کو سمجھتا بھی ہو، اور معنی میں جو تبدیلی پیدا ہو اس سے بھی واقف ہو، حدیث جن الفاظ کیساتھ سنے اسی طرح بیان کر دیا کرے اس لئے کہ جانکار نہ ہونے کی وجہ سے جب روایت بالمعنی کریگا تو اسے خود خبر نہ ہوگی کہ وہ حرام کو حلال سے اور حلال کو حرام سے بدل تو نہیں رہا ہے اور جب الفاظ و حروف سمیت ادا کرے گا تو حدیث کے کچھ سے کچھ ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوگا۔
رامہرمزی فرماتے ہیں کہ امام شافعی کا ارشاد ہے کہ محدث الفاظ حدیث کا پابند ہو تو اسکے لئے روایت بالمعنی درست ہے، علاوہ ازیں وہ عربی زبان، محاورات عرب، رموز معانی، انداز گفتگو اور اسلوب کلام کی واقفیت کے ساتھ الفاظ کی تبدیلی سے پیدا ہونے والے معنی کو بھی جانتا ہو اگر اس میں یہ اوصاف ہوں تو اسے روایت بالمعنی کی اجازت ہے اس لئے کہ وہ اپنے فہم و ذکاء سے مفہوم کو بدلنے اور حکم کو ختم ہونے سے بچا لیگا اور اگر راوی میں یہ اوصاف نہیں ہیں تو الفاظ کی رعایت کے ساتھ اس کو ادا کرنا ہی ضروری ہوگا بلکہ ظاہری الفاظ سے بھی انحراف کرنا اس کے لئے کسی طرح جائز نہ ہوگا، ہم نے اسی مسلک کا اکثر اہل علم اور فقہاء کو بھی پابند پایا ہے۔

جو لوگ روایت بالمعنی کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے گذشتہ نبیوں اور قوموں کے واقعات نقل کئے ہیں اور مختلف مقامات پر مختلف معنی و مفہوم کی رعایت رکھتے ہوئے بیان کیا ہے وہ بھی پچھلی قوموں کی زبان سے عربی میں منتقل کیا ہے جس میں تقدیم و تاخیر کے ساتھ کمی زیادتی بھی ہے بلکہ بعض باتوں کا ذکر ہے اور بعض کا نہیں ہے جس سے روایت بالمعنی کا ثبوت ملتا ہے۔

روایت بالمعنی کا یہ طریق صحابہ کے لئے کوئی نیا اور نرالا نہیں ہے بلکہ وہ تو خود قرآن کے حکیمانہ اسلوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے اس کا جواز فراہم کر رہے ہیں جیسا کہ رامہرمزی نے نقل کیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفیر اور قاصد مختلف علاقوں میں جب روانہ فرمایا تو یہ لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کا ترجمہ عربی کے

علاوہ علاقائی زبانوں میں کرتے رہے، جس میں تقدیم وتاخیر بھی ہوئی ہے۔ پس اگر حدیث کی ترجمانی دوسری زبانوں میں صحیح ہے تو غیر ملکی اور اجنبی زبانوں کے مقابلہ پر حدیث کی ترجمانی عربی زبان میں بدرجہ اولیٰ درست ہونی چاہئے اور جو لوگ روایت بالمعنی پسند نہیں کرتے ان کے پاس بھی دلائل ہیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "نضر اللّٰہ امرأ سمع مناحدیثا فاداہ کما سمعہ" خدا اس بندہ کو تروتازہ رکھے جس نے ہماری کوئی حدیث سنی اور انہی الفاظ کے ساتھ دوسروں تک پہنچا دیا۔ حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تم بستر پر لیٹنے لگو تو کیا کہو گے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور رسول بہتر جانیں آپ نے فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو اپنے دائیں ہاتھ پر سر رکھ لو پھر یہ پڑھو "اللھم اسلمت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجأت ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک آمنت بکتابک الذی نزلت ونبیک الذی ارسلت" حضرت براء فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے جس طرح سکھایا اسی طرح پڑھا ہاں نبیک کی جگہ رسولک کہہ دیا اس وقت آپ نے دست مبارک سے میرے سینہ پر ازراہ شفقت مارا اور فرمایا نبیک ہی کہو اور پھر فرمایا کہ جو شخص یہ کہہ لے اور اتفاق سے اسی رات انتقال ہو جائے تو اس کی فطری موت ہو گی۔

بعض علماء نے دونوں فریق کی دلیلوں پر لمبی چوڑی بحثیں کی ہیں لیکن تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جاہل کو روایت بالمعنی کی مطلق اجازت نہیں ہے اور جن علماء نے اجازت دی ہے تو وہ بھی کچھ شرائط کے ساتھ، حضرت ماوردی فرماتے ہیں کہ اگر راوی لفظ بھول جائے تو اس کے لئے جائز ہے اس لئے کہ وہ لفظ اور معنی دونوں کا امین ہے، لیکن اگر ایک کو ادا کرنے سے قاصر ہے تو اس کے لئے دوسری صورت ضروری اور ناگزیر ہے خصوصاً اس لئے بھی کہ بالکل روک دینے سے حدیث کا کتمان (چھپانا) لازم آئیگا۔ اس لئے ایسی صورت میں روایت بالمعنی کی اجازت ہے، ہاں اگر اسے الفاظ یاد ہوں تو روایت بالمعنی درست

نہ ہوگی اس لئے کہ جو فصاحت آپ کے کلام مبارک میں ہے وہ دوسروں کے کلام میں نہیں ہے. علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ضروری یہ ہے کہ وہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع کلم میں نہ ہو اور ایسے الفاظ بھی نہ ہوں جنھیں بطور عبادت کے ادا کرنا حدیث میں منقول ہو تو روایت بالمعنی جائز ہے

ان تفصیلات کے بعد ہم قطعی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ روایت بالمعنی ضرورت کی بنا پر ہے اور صحابہ کا تقویٰ، روایت میں ان کی دقت نظر، حفاظت حدیث کا اہتمام اور غایت احتیاط کے پیش نظر روایت بالمعنی مخصوص حالات میں جائز رہی ہے ہر وقت نہیں، میرے نزدیک یہی راجح ہے کہ روایت بالمعنی اگر تاریخی طور پر صحابہ سے ثابت بھی ہے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات مبارکہ سے بہت زیادہ ہم آہنگ اور قریب ہے اسلئے کہ صحابہ نے آپ کو دیکھا ہے، آپ سے حدیث سنا ہے آپ کے مبارک حلقہ سے بافیض ہو کر اٹھے ہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے التفات کریمانہ اور دعوت گرامی سے ان کے دیدۂ و دل روشن ہوئے ہیں وہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر ہیں عربوں کی زبان کو امت میں سب سے زیادہ جاننے والے یہی ہیں ان کے کلام میں کسی غلطی اور مفسدہ کو راہ نہیں ملتی. قوموں اور علاقوں میں رہنے کے باوجود ان کی زبان و مزاج تغیر پذیر نہیں ہوئے انھیں رسول اللہ کے ارشادات عالیہ سے بے پناہ مناسبت ہے اس لئے روایت بالمعنی میں آپ کے مفہوم گرامی سے کبھی منحرف نہیں ہوں گے، میرے نزدیک زیادہ زوردار بات یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین نے جو حدیث بھی بیان کی ہے وہ زیادہ تر آں حضرت کے الفاظ ہی ہوتے ہیں اس لئے کہ ان میں کچھ تو ایسے تھے جو حدیث سنتے ہی آپ کے سامنے لکھ لیتے تھے اور حلقہ بنا کر سنی ہوئی حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے ایک دوسروں کی لفظی اصلاح بھی کرتے تھے اور اگر کسی کو کوئی شبہ ہو جائے تو فوراً ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کر کے شبہ دور کر لیتا تھا اور تابعین بھی صحابہ سے جو کچھ سنتے لکھ کر یاد کر لیتے تھے ان میں کچھ ایسے بھی تھے کہ حدیث یاد کر لینے کے

بعد اسے مٹا دیتے، بعض ایسے بھی تھے جو یاد کر کے اپنی بیاض یا تختی پر محفوظ کر لیتے اور بعض صحابہ اپنی ڈائری پر محفوظ کر لیتے تھے، اور جو تابعین لکھنے کا اہتمام نہیں کرتے ان کی تمام تر خواہش اور کوشش یہ ہوتی تھی کہ اسے اپنے سینوں میں زبانی محفوظ رکھیں حدیث کا وقتاً فوقتاً مذاکرہ کیا کبھی حدیث حاصل کرنے اور کبھی سنی ہوئی حدیث کی تصدیق و توثیق کیلئے صحابہ کے پاس ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے اور اس طرح وہ حدیث کے ایک ایک لفظ اور اسکے مفہوم کو ضبط کرتے تھے۔

بلاشبہ اس قوت حافظے سے جو خدا نے ان حاملین شریعت اور راویان حدیث کو بخشی ہے ہمارے اعتماد کو اور تقویت پہنچتی ہے کہ صحابہ نے جتنی روایات آں حضرت صلی اللہ علیہ سے کی ہیں زیادہ تر آپ ہی کے الفاظ ہیں چنانچہ تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ وغیرہ کے حفظ کا ذکر ملتا ہے اور جب کوئی صحابہ کرام کی بے پناہ قوت حافظہ اور یادداشت کی صحیح کیفیت معلوم کرتا ہے تو دنگ رہ جاتا ہے اسی قوت حافظہ کی بدولت حدیث رسول ہم تک صحت کے ساتھ پہنچی ہے۔ آپ قوت حافظہ کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں جو قوت حافظہ میں بہت مشہور ہیں، ان کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ حدیث ایک ہی مرتبہ سننے کے بعد ازبر ہو جاتی تھی، تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے ابن ابی ربیعہ کے اسّی اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ سنا اور پہلی ہی مرتبہ اسے یاد کر لیا، حضرت ابن عباس کی طرح اور بھی مثالیں صحابہ کرام میں ملتی ہیں ان میں حضرت زید بن ثابت بھی ہیں جنھیں بالغ ہونے سے پہلے ہی قرآن کریم کا اکثر حصہ یاد تھا اور کل سترہؔ دن میں یہودیوں کی زبان بھی انھوں نے سیکھ لی، یہ ام المومنین حضرت عائشہؓ ہیں جو ذکاوت اور حفظ میں امتیازی مقام رکھتی تھیں، تابعین میں حضرت ابن عمرؓ خادم حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ جن سے ساری عمر حافظہ کی کوئی غلطی نہیں ہوئی اور جن کے حفظ کی باریکیوں پر تمام ناقدوں نے اتفاق کیا ہے انھیں میں اپنے زمانہ کے مشہور ترین محدث امام زہری علوم اسلامیہ

کے انسائیکلوپیڈیا امام شعبی اور ممتاز فقیہ حضرت قتادہ بن دعامہ دوسی بھی ہیں جو بلا کی مہارت، غضب کی یادداشت میں ضرب المثل ہیں

روایت کے مختلف طریقوں میں راوی کے اختلاف لفظ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ایک بڑا حصہ ایسی روایات کا ملتا ہے جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کا ذکر ہوتا ہے یا پھر کسی خاص واقعہ کا جسے راوی نے خود مشاہدہ کیا ہے اور اس واقعہ سے کوئی نتیجہ اخذ کر کے دوسروں تک پہنچا رہا ہو تو عموماً الفاظ حدیث میں اختلاف ہو جاتا ہے جس کی رواۃ اس طرح تعبیر کرتے ہیں "امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکذا اور نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کذا" وغیرہ حالانکہ دونوں کا مطلب ایک ہے اور یہ تو فطری بات ہے کہ صیغوں کی علیحدہ علیحدہ ادائیگی میں شک کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ ہر راوی جو کچھ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اس کی ترجمانی اپنے الفاظ میں کرتا ہے، ہاں یہ بات بہت شاذ و نادر ہے کہ راوی کا لفظی اختلاف عبادت کے لئے خاص کردہ الفاظ میں ہو یا ان حدیثوں میں ہو جو جوامع الکلم ہیں جیسے اذان و اقامت کے کلمات، مقررہ دعائیں اور تشہد کے جملے وغیرہ اس لئے کہ وہ تو بہرحال مقرر اور طے شدہ ہیں

یہ بھی ملحوظ رہے کہ ہم تک الفاظ کا جو اختلاف روایت بالمعنی کی وجہ سے پہنچا ہے اس کا زیادہ تر مدار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس اور اسکی کثرت پر ہے اسلئے کہ آپ مختلف موقعوں پر ایک موضوع بیان فرماتے ہیں اور دریافت کرنے والوں کو ان کے مبلغ فہم کے مناسب جواب عنایت فرماتے ہیں. کبھی کبھی ایک ہی مسئلہ سے متعلق متعدد باتیں ذکر فرماتے اور ہر شخص کو مطمئن فرماتے تھے جس کی تعبیر جداگانہ. الفاظ مختلف، اور جملے متفاوت ہوتے اور مقصود پورا ہو جاتا تھا. ان صورتوں میں جو روایات بالمعنی بیان کی جائیں ظاہر ہے کہ اہل علم کی غیر معمولی جستجو اور حدیث رسول کا بہت زیادہ مطالعہ ہونے کی وجہ سے یہ روایتیں ان کی نظر سے مخفی نہیں رہ سکیں بلکہ یہ علماء ضبط و

(باقی بر صفحہ)